TQ Lesson 200 Surah Qassass Ayat 1-21 tafseer2

آیت نمبر 14. وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ
ترجمہ۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی پوری جوانی کو پہنچ گئے اور اس کی نشوونما مکمل ہو گئی تو ہم نے اسے حکم اور علم عطا کیا، ہم نیک لوگوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی جوانی کو پہنچ گئے **أَشُدَّهُ** اس کے معنی کیا ہیں شدت کو **أَشُدَّ** کہتے ہیں کسی چیز کی قوت ، شدت اور اسکی بھی انتہا کو یعنی شدت کی انتہا۔ تو انسان کا جو بچپن ہوتا ہے اس میں انسان ضعف کی طرف ہوتا ہے اور جب وہ پھر بڑا ہوتا چلا جاتا ہے تو قوت اور شدت میں بتدریج اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس کے وجود میں جتنی قوت اور شدت آ سکتی تھی وہ اس میں آ کر پوری ہو جاتی ہے اور اس وقت کو کہتے ہیں **أَشُدَّ** ،اشد گویا کے جسمانی تکمیل کا وقت ہے اور یہ 30 سے 40 سال کی عمر کا زمانہ ہوتا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی جوانی کو پہنچ گئے گویا کے وہ اپنی جسمانی تکمیل کو پہنچ گئے۔ زمین میں جو مختلف خطے ہیں، علاقے ہیں، قومیں ہیں ان کا مزاج ان کا موسم تو اس کے لحاظ سے اشد کا جو زمانہ ہے اس میں تھوڑی دیر سویر ہو سکتی ہے تو یہاں یہ ہے **وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ** کہ جب وہ اپنی جوانی کی انتہا کو پہنچے جسمانی تکمیل کو پہنچے **وَاسْتَوَىٰ** اور پورے توانا ہو گئے تو **اسْتَوَىٰ** کے معنی کیا ہیں گویا کے برابر ہو گئے۔ یہاں اس کے معنی کیا ہیں کہ جسمانی تکمیل بھی ان کی ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذہنی تکمیل بھی ہوئی **آتَيْنَاهُ** ہم نے اس کو عطا کی **حُكْمًا وَعِلْمًا** حکم اور علم عطا کیا۔ تو حکم اور علم سے مراد ایک رائے تو یہ ہے کہ نبوت کہ اب وہ اس مقام کو پہنچے کہ انہیں نبوت دے دی جائے دوسری رائے یہ ہے کہ حکم سے مراد حکمت ہے اور کیونکہ یہاں یہ حکمت عقل و دانش اور وہ علوم مراد ہیں جو انہوں نے اپنے آبائی اور خاندانی ماحول میں رہ کر سیکھے تو آپ کو پتہ ہے کہ بچپن میں آپ کو خالص دیندارانہ ماحول ملا کیسے؟ کہ ماں کے گھر واپس آپ کو لوٹا دیا گیا دوسری طرف جب ماں کی طرف وہ لوٹائے گئے تھے تو والدین کا گھرانہ ایک شریف دیندارانہ گھرانہ تھا تو آپ کی عادتیں اورآپ کی جو خصلتیں تھیں وہ بڑی بہترین رہیں کیسے؟ آپ نے اپنی ماں کے پاس جا کر آپ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی جو اصل تعلیم تھی اس سے واقف ہو گئے اور دوسری طرف آپ شاہی خاندان کے فرد بن گئے جب شاہی خاندان میں پہنچے تو مصر کے اندر جو جدید علوم تھے جیسے حکومت کرنے کا گُر اور جو سیاست ہے حکمرانی ہے وہ ساری بھی آپ نے وہاں پہ جا کر سیکھ لیں اور آپ کے اندر خداداد ذہانت تو تھی ہی اور بڑے جلال والے تھے شاہانہ وقار بھی ان کے اندر آ گیا تو گویا کے اللّٰہ رب العزت یہاں پہ کیا کہہ رہے ہیں کہ ہم نے ان کو عقل و دانش اور وہ سارے علوم عطا کر دیئے جو اللّٰہ تعالیٰ نے ان سے کام لینا تھا اس کام کے لئے جن علوم کی ضرورت تھی اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سارے دے دیئے تو یہاں پر **آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا** سے مراد دینی اور دنیوی دونوں طرح کے علوم ہیں والدین سے سارے دینی علوم سیکھ لئے اور بادشاہِ وقت کے ہاں رہ کر شہزادے کے طور پر جو پرورش پائی تو دنیا کے سارے علوم اللّٰہ تعالیٰ نے ان کو عطا کر دیئے۔ جو مفسرین یہ کہتے ہیں کہ یہاں نبوت مراد نہیں ہے اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ نبوت تو ان کو کئی سال بعد ملی تھی مدین سے واپسی پہ ملی تھی جب وہ واپس آئے تھے تو یہاں اس سے مراد حکم اور علم ہے **وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ** اور نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح

بدلہ دیا کرتے ہیں تو یہاں پہ **مُحْسِنِينَ** محسن کی جمع ہے اور حسن سے کوئی کام کرنا اچھے طریقے سے کرنا جس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام احسان کے درجے کی نیکی کرنے والے لوگوں میں شامل تھے بہت اچھے تھے **وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ** اور اسی طرح ہم بدلہ دیا کرتے ہیں احسان کے درجے کی نیکی کرنے والوں کو

آیت نمبر 15. وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينِ غَفْلَةٍ مِنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَٰذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ قَالَ هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ مُبِينٌ

ترجمہ (ایک روز) وہ شہر میں ایسے وقت میں داخل ہوا جبکہ اہلِ شہر غفلت میں تھے وہاں اس نے دیکھا کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں ایک اس کی اپنی قوم کا تھا اور دُوسرا اس کی دشمن قوم سے تعلق رکھتا تھا اس کی قوم کے آدمی نے دشمن قوم والے کے خلاف اسے مدد کے لئے پکارا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ایک گھونسا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا (یہ حرکت سرزد ہوتے ہی) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا "یہ شیطان کی کارفرمائی ہے، وہ سخت دشمن اور کھلا گمراہ کن ہے"

وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ اور جب وہ داخل ہوا شہر میں **علیٰ حِينِ** ایسے وقت میں یہاں پہ **عَلیٰ** جو ہے **فِي** کے معنی میں ہیں ایسے وقت میں وہ شہر میں داخل ہوئے **غَفْلَةٍ** غفلت میں تھے **مِنْ أَهْلِهَا** شہر کے لوگ **"ھا"** کی ضمیر **الْمَدِينَةَ** کے لئے آئی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ایسے وقت میں شہر میں آئے جب شہر کے لوگ غفلت میں تھے تو کونسا وقت ہوتا ہے جس میں لوگ غفلت میں ہوتے ہیں ؟ اس سلسلے میں مفسرین یہ کہتے ہیں یا تو صبح سویرے کا وقت ہوگا صبح سویرے لوگ غفلت میں ہوتے ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں دوپہر کا وقت ہو سکتا ہے کیونکہ گرمیوں میں دوپہر کا وقت بھی ایسا ہوتا ہے کہ باہر سڑکیں سُنسان ہو جاتی ہیں یا پھر یہ کہتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رات کا وقت ہو مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت کیونکہ سردیوں میں راتیں لمبی ہوتی ہیں اور پھر شروع رات میں ہی شہروں میں سڑکوں پر سناٹا طاری ہو جاتا ہے تو بہرحال مراد کیا ہے کوئی بھی وقت تھا صبح سویرے کا تھا دوپہر کا تھا رات کا تھا بہرحال سڑکیں سنسان تھیں شہر میں سناٹا چھایا ہوا تھا اور لوگ اس وقت کیا کر رہے تھے؟ **غَفْلَةٍ** اہل شہر سو رہے تھے، اپنے گھروں میں تھے ،آرام کر رہے تھے تو ایسے وقت میں وہ شہر میں داخل ہوئے اور بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ شاہی محلات عموماً شہروں سے یا عام لوگوں کی رہائشی آبادی سے دور ہوتے ہیں کیونکہ بڑے لوگ عام آدمیوں میں گھل مل کر رہنا پسند نہیں کرتے (شہر سے باہر کھلی فضاء میں جو رہائش گاہیں ہوتی ہیں، بنگلے ہوتے ہیں، کوٹھیاں، محل وغیرہ) تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے محل سے نکل کر شہر کے اندر اس وقت داخل ہوئے جبکہ لوگ خاموشی میں تھے لوگ غفلت میں تھے **فَوَجَدَ فِيهَا** تو وہاں اس نے اس میں پایا **فِيهَا** یعنی شہر میں کیا پایا؟ **رَجُلَيْنِ** دو مرد **يَقْتَتِلَانِ** آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے انہوں نے دو لوگوں کو دیکھا اور یہ دو لوگ کون تھے ؟ **هَٰذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ. هَٰذَا** یہ ہے **مِنْ شِيعَتِهِ** ان کے رفیقوں میں سے ،ان کے ساتھیوں میں سے یعنی ایک بنی اسرائیل میں سے تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم میں سے تھا۔ **هَٰذَا** کا معنی ویسے تو "یہ ہے" تو مراد کیا ہے کہ یہ ایک جو ہے یہ تو تھا ان کے اپنے رفیقوں میں سے اور دوسرا کون تھا؟ **وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ** اس کے دشمنوں میں سے تھا تو دشمن کون تھے؟ فرعونی تو کہتے ایک قبطی تھا دوسرا **سبطی** تھا بنی اسرائیل کے لئے **سبطی** کا بھی نام آیا ہے (مصر کا قدیم باشندہ قبطی دوسرا سبطی جو بنی اسرائیل سے تعلق رکھتا تھا) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

نے دیکھا کہ ایک ان کی اپنی قوم میں سے اور ایک ان کے دشمنوں میں سے ہے فرعون میں سے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ محل کے اندر رہتے تھے فرعونیوں کو، قبطیوں کو دیکھتے تھے اور آپ کو پتہ تھا کہ بنی اسرائیل پر حکومت کیا کیا ظلم ڈھا رہی ہے انہیں معاشرے میں کیسے ذلیل اور رسوا کیا جا رہا ہے تو آپ نے کیا دیکھا **فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي** پس استغاثہ کیا **الَّذِي** اُس شخص نے جو **مِن شِيعَتِهِ** اس کی قوم میں سے تھا ان کے گروہ میں سے تھا تو اس کی قوم والے نے اس سے استغاثہ کیا اور آپ کو پتہ ہے استغاثہ کے دو مادے ہیں ایک ہے **(غ و ث)** اور ایک ہے **(غ ی ث)** اگر آئے (غ و ث) تو اس کا مطلب ہوتا ہے فریاد کرنا جیسے غوث اعظم کا لفظ بھی لوگ استعمال کرتے ہیں تو اسی طرح جیسے اس نے استغاثہ کیا (جیسے عدالت میں استغاثہ دائر کیا عدالت میں فریاد کی رٹ دائر کی استغاثہ اردو میں بھی لوگ بولتے ہیں) اور (غ ی ث) کے معنی ہوتے ہیں بارش اور اغاثہ پانی دینا اور استغاثہ پانی مانگنا، پانی خیر ہے۔ خیر مانگنا اسی سے فریاد کرنے کے لئے بھی بولا جاتا ہے کہ مجھے خیر دو جس بھی مصیبت تکلیف میں ہے انسان اس سے بچاؤ چاہتا ہے تو اب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا اس نے کیا کیا؟ اس نے استغاثہ کیا گویا کہ فریاد کی **عَلَى الَّذِي** علیٰ یہاں پر خلاف کے معنی میں ہے اس کے خلاف **الَّذِي** وہ شخص **مِنْ عَدُوِّهِ** وہی جو اس کے دشمنوں میں سے تھا دشمنوں میں سے کون تھا؟ جو قبطی تھا **فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ** پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مکا مارا اور **(و ک ز)** اس کے معنی کیا ہوتے ہیں سینہ یا پہلو پر ہاتھ کو بند کر کے، مٹھی بند کر کےکسی کو گھونسہ مارا جائے تو آپ نے ہتھیلی یا مکا مارا اس کے سینہ یا پہلو پر اور **(و ک ز)** مصدر ہے اب یہاں پر کیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے **فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ** مکا مارا اس کو **فَقَضَىٰ عَلَيْهِ** جس سے وہ مر گیا تو یہاں پر **فَقَضَىٰ عَلَيْهِ** کے معنی کیا ہیں کہ اس کا کام ہی تمام کر دیا اب اتنا ہی نہیں کیا کہ صرف مکا مارا بلکہ کیا ہے کہ مکا مارا اور اس کے ساتھ ہی اس کو تمام کر دیا جیسے قاضی ہوتا اور کہتے ہیں کہ اس کی قضاء آئی اس کو لے گئی جیسے فیصلہ ہی کر دیا تو اب آپ اس بات پر غور کریں کہ مارا تو مکا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ شخص مر گیا تو اس کی کیا وجہ تھی؟ ایک بات تو یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے مضبوط جسم کے مالک تھے اور دوسری طرف آپ کا ارادہ نہیں تھا کہ یہ جو دو لڑ رہے ہیں ان میں سے ایک کو جو قبطی تھا کہ اس کو مار دیا جائے آپ کا مقصد یہ تھا کہ جو قبطی ہے اس کے ظلم سے سبطی کو چھڑا دیا جائے (بنی اسرائیل کو فرعونی سے چھڑایا جائے) کہتے ہیں کہ یہ جو قبطی تھا شاہی باورچی خانے کا نوکر تھا اور یہ چاہتا تھا کہ ایندھن کا گٹھا بلا معاوضہ جو بنی اسرائیل کی قوم سے تعلق رکھنے والا سبطی تھا وہ باورچی خانے تک چھوڑ کر آئے تو آپس میں ان کی لڑائی ہو رہی تھی کیونکہ ان (بنی اسرائیلی) کا کام ہی تھا مزدوری کرنا اور غلامی کی زندگی بسر کرنا لیکن وہ مان نہیں رہا تھا اب حضرت موسیٰ علیہ السلام محل میں رہتے تھے اور قبطیوں کے خلاف آپ کے دل میں نفرت تو تھی ہی اور ویسے بھی آپ کو پتہ تھا یہ بہت ظلم کرتے ہیں اور آپ کی رگِ حمیت جوش میں آئی اور مارا ایک گھونسا اور تھے بھی آپ بڑے طاقتور گھونسے کے لگتے ہی وہ قبطی مر گیا اب قبطی کا فوت ہو جانا بہت بڑا فتنہ تھا آپ سوچیں کہ آج کے دور میں کسی سپر طاقت کا ایک کتا بھی مر جاتا ہے تو نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ دوسری قوم کے آزاد لوگوں کو مارا جاتا ہے یا ایک آدمی مر جائے تو دوسری قوم جس کو وہ غلام اور ذلیل قوم سمجھتے ہیں تو اس کے کئی لوگوں کو مارا جاتا ہے تو آپ ذرا اس بات کو تصور میں لا کر سوچیں کہ فرعون خدائی کا دعویٰ کرنے والا اور اس کے لوگ ، ظلم و ستم کا بازار، لڑکوں کو قتل کیا جا رہا ہے **يَسُومُونَكُمْ سُوٓءَ ٱلْعَذَابِ** اور ایسے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قتل خطا ہو گیا **فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ قَالَ هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ** حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے یہ تو شیطانی کام ہے اب آپ دیکھیں کہ قتل کا ہو جانا اب کوئی گواہ تو تھا

نہیں وہاں پر کیونکہ غفلت سے کیا پتہ چلتا ہے کوئی ارد گرد نہیں تھا خاموشی کا وقت تھا لوگ اپنے گھروں میں تھے اب اگر پتہ چل جائے کہ قاتل کون ہے تو پھر کیا ہوتا بنی اسرائیل کی زندگی اجیرن ہو جاتی اگر آج مسلمان سے غلطی ہو جائے تو پوری قوم کو خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے اب اس زمانے میں کیا تھا ایک قتل ہوا اور ہوا بھی حاکم اور فاتح قوم کا اور اس قوم کا جو حکومت کر رہی ہے اور ظالم قوم اب یہ ایک بات کیا تھی کہ بہت بڑا فتنہ ہے **قَالَ هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ** یہ تو شیطانی کام ہو گیا قتل ہے اور نہایت سنگین جرم ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ بھی نہیں تھا اس آدمی کو قتل کرنے کا فوراً قتل کا خیال آتے ہی انجام پر سوچتے ہی، حالات پر غور کرتے ہی کہ اب ہوگا کیا فوراً پکار اٹھے کہ یہ کام مجھ سے شیطان نے کروایا ہے **إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ مُبِينٌ** اب یہاں یہ دیکھیں **عَدُوٌّ** ہے دشمن اور دشمن کے لئے دو صفات آئی ہیں ایک **مُضِلٌّ** اور دوسری **مُبِينٌ** کی۔ **مُضِلٌّ** کے معنی کیا ہیں کہ وہ تو بہکانے والا ہے بس یہی نہیں کہ ایک غلطی اس نے کروا دی شیطان کا کام ہی کیا ہے کہ **مُضِلٌّ** گمراہ کرنے والا اور گمراہ چھوڑ دینے والا اسم فاعل ہے واحد مذکر اور پھر اس کے ساتھ ہی **مُبِينٌ** یعنی خود گمراہ ہے اوروں کو گمراہ کرتا ہے خود کھلے طور پر گمراہ ہے اور اوروں کو بھی کھلے طور پر گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے تو یہاں پر دو صفات کا ذکر ملا ہے کہ شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے اور غلطیوں میں ڈال دیتا ہے **إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ مُبِينٌ** یہ بات بڑی خوبصورت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے غلطی تو ہو گئی لیکن فوراً انہوں نے غلطی کا اقرار کر لیا کیا کہتے ہیں

آیت نمبر 16. قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ
ترجمہ۔ پھر وہ کہنے لگا "اے میرے رب، مَیں نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کر ڈالا، میری مغفرت فرما دے" چنانچہ اللہ نے اس کی مغفرت فرما دی، وہ غفور رحیم ہے

قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي کہنے لگے **رَبِّ** اے میرے پروردگار "ی" حرف علت گر چکا ہے **رَبِّی** تھا **قَالَ رَبِّ** کہا اے میرے رب **إِنِّي ظَلَمْتُ** بے شک میں نے ظلم کیا، زیادتی کی **نَفْسِي** اپنے اوپر، خود اپنے اوپر میں نے ظلم کر لیا **فَاغْفِرْ لِي** پس تو مُجھے بَخْشْ دِے **فَغَفَرَ لَهُ** تو اللہ نے اس کو بخش دیا اب دیکھئے کہ قتل خطا ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام محسنین میں سے تھے فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے غلطی ہو گئی، مجھ سے گناہ ہو گیا اے اللہ تو میری غلطی کو معاف کر دے ،میری خطا کو معاف کر دے تو غلطی کا ہو جانا بڑی بات نہیں ہوتی بڑی بات کیا ہے کہ لوگ غلطی کا اقرار نہیں کرتے مجھ سے اور آپ سے بھی اب تک کی زندگی میں بہت سے غلطیاں ہوئی ہوں گی بہت سے گناہ صغیرہ بھی، کبیرہ بھی، چھوٹے بھی، بڑے بھی لیکن سوال کیا پیدا ہوتا ہے کہ غلطی کرنے کے بعد ہم اس پر اصرار کرتے ہیں **وَكَانُواْ يُصِرُّونَ عَلَى ٱلْحِنثِ ٱلْعَظِيمِ** (46۔ سورت الواقعہ) کہ وہ گناہوں پر اصرار کرتے تھے۔ تو کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم گناہ کرتے ہیں اور اصرار کرتے چلے جاتے ہیں ان پر اور پھر اپنی غلطیوں کا اقرار نہیں کرتے۔ جب انسان اقرار نہیں کرتا تو پھر اصلاح نہیں ہو سکتی وہ شخص جس کو اپنی غلطیوں کا احساس نہ ہو اس کے لئے اصلاح کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اس کی کبھی اصلاح نہیں ہو سکتی اور وہ شخص جس کو اپنی غلطی کا احساس ہو تو پھر امید ہے کہ کوئی نہ کوئی وقت ایسا ہوگا کہ جب اس کی اصلاح ہو سکتی ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی غلطی پر استغفار کیا **فَاغْفِرْ لِي** مجھے بخش دے **فَغَفَرَ لَهُ** اس نے اس کو بخش دیا **فَغَفَرَ لَهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ** وہ بخشش والا اور بہت مہربانی کرنے والا ہے **مِغْفَرٌ** اس ٹوپی کو کہتے ہیں جو سپاہی اپنے اوپر پہن لیتے ہیں ،جیسے چھپایا جاتا ہے اپنے آپ کو، اسی طرح ٹوپی کے لئے بھی آتا ہے بالوں کو چھپا دیتی

ہے یا کسی دشمن سے اپنے آپ کو چھپانے کے لئے اب آپ دیکھیں اللّٰہ تو بڑا بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے اور ہماری کیا ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام وقت کے پیغمبر بھی بنائے گئے اور ہم جانتے ہیں پیغمبر معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں اللّٰہ اپنے پیغمبروں کی حفاظت بھی کرتا ہے اور ویسے بھی یہ قتل خطاء تھا اب یہ نہیں کہہ رہے کہ قتل خطاء ہے بھول کر ہوا ہے اس سے پتہ چلتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو قتل خطاءہو گیا ہے اس پر عذر نہیں تراشتے اپنے آپ کو بری الذمہ نہیں قرار دیتے۔ آپ اور میں اپنی عملی زندگی میں دیکھیں کہ ہم سے غلطی سے خطاء ہو جاتی ہے اور اسکے بعد ہم کیا کہتے ہیں میں نے کون سا جان بوجھ کر کیا بس ہو گیا اب ہو گئی غلطی اب مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں میں نے جان بوجھ کر نہیں کی اللّٰہ جانتا ہے میری نیت کیا تھی۔ اصل بات کیا ہے قتل خطاء ہو یا عمداً غلطی سے ہو گناہ ہو جائے یا جان بوجھ کر ہو جائے معافی لازم ہے اور انبیا کا اسوۂ ہے احسان کے درجے کی نیکیوں میں سے ہے میں نے کسی کے پاؤں پر پاؤں رکھ دیا میں نے کسی سے کچھ کہہ دیا مجھ سی غلطی سے ہو گیا یا ویسے ہی ، معافی مانگنی چاہئے اور اللّٰہ سے بھی معافی مانگنی چاہئے۔ میں آپ کو ایک کہانی سنانا چاہتی ہوں بڑی پیاری مجھے یہ **کہانی** لگی۔ بنی اسرائیل کے زمانے میں ایک مرتبہ قحط پڑ گیا، مدتوں سے بارش نہیں ہو رہی تھی۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گے اور عرض کیا: یا کلیم اللّٰہ! رب تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ بارش نازل فرمائے۔چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہمراہ لیا اور بستی سے باہر دعا کے لئے آ گئے۔یہ لوگ 70,000 یا اس سے کچھ ذائد تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑی عاجزی سے دعا کرنا شروع کی:"میرے پروردگار! ہمیں بارش سے نواز، ہمارے اوپر رحمتوں کی نوازش کر......چھوٹے چھوٹے معصوم بچے، بے زبان جانور اوربوڑھے اور بیمار سبھی تیری رحمت کے امیدوار ہیں،تو ان پر ترس کھاتے ہوئے ہمیں اپنی دامنِ رحمت میں جگہ دے۔" دعائیں ہوتی رہیں مگر بادلوں کا دور دور تک پتہ نہ تھا، سورج کی تپش اور تیز ہو گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑا تعجب ہوا۔ اللّٰہ تعالیٰ سے دعا کے قبول نہ ہونے کی وجہ پوچھی تو وحی نازل ہوئی: " تمہارے درمیان ایک ایسا شخص ہے جو گزشتہ چالیس سالوں سے مسلسل میری نا فرمانی کر رہا ہے اور گناہوں پر بضد ہے۔ اے موسیٰ! آپ لوگوں میں اعلان کردیں کہ وہ نکل جائے، کیوں کہ اس آدمی کی وجہ سے بارش رُکی ہوئی ہے اور جب تک وہ باہر نہیں نکلتا بارش نہیں ہوگی۔" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: باریٔ تعالیٰ! میں کمزور سا بندہ، میری آواز بھی ضعیف ہے،یہ لوگ ستر ہزار یا اس سے بھی زیادہ ہیں، میں ان تک اپنی آواز کیسے پہنچاؤں گا؟ جواب ملا:" تیرا کام آواز دینا ہے،پہنچانا ہمارا کام ہے۔" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو آواز دی، اور کہا:" اے رب کے گناہگار اور نافرمان بندے! جو گزشتہ 40 سال سے اپنے رب کو ناراض کر رہا ہے اور اس کو دعوتِ مبارزت دے رہا ہے۔ لوگوں میں سے باہر آجا، تیرے ہی کالے کرتوتوں کی پاداش میں ہم بارانِ رحمت سے محروم ہیں۔" اس گناہگاربندے نے اپنے دائیں بائیں دیکھا، کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ وہ سمجھ گیا کہ وہی مطلوب ہے۔سوچا کہ اگر میں تمام لوگوں کے سامنے باہر نکلا تو بے حد شرمندگی ہو گی اور میری جگ ہنسائی ہو گی ۔اور اگر میں باہر نہ نکلا تو محض میری وجہ سے تمام لوگ بارش سے محروم رہیں گے۔ اب اس نے اپنا چہرہ اپنی چادر میں چھپا لیا، اپنے گزشتہ افعال و اعمال پر شرمندہ ہوا اور یہ دعا کی:" اے میرے رب! تو کتنا کریم ہے اور بردبار ہے کہ میں چالیس سال تک تیری نافرمانی کرتا رہا اور تو مجھے مہلت دیتا رہا۔ اور اب تو میں یہاں تیرا فرمانبردار بن کر آیا ہوں، میری توبہ قبول فرما اور مجھے معاف فرما کر آج ذلت و رسوائی سے بچالے۔" ابھی اس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ آسمان بادلوں سے بھر گیا اور موسلادھار بارش شروع ہو گئی۔ اب حضرت موسیٰ علیہ

السلام نے دوبارہ عرض کیا: یا الٰہی! آپ نے بارش کیسے برسانا شروع کردی ،وہ نافرمان بندہ تو مجمع سے باہر نہیں آیا؟ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! جس کی بدولت میں نے بارش روک رکھی تھی اسی کی بدولت اب بارش برسا رہا ہوں، اس لئے کہ اس نے توبہ کر لی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللّٰہ ! اس آدمی سے مجھے بھی ملا دے تا کہ میں اس کو دیکھ لوں؟فرمایا: " اے موسیٰ! میں نے اس کو اس وقت رسوا اور خوار نہیں کیا جب وہ میری نافرمانی کرتا رہا ،اور اب جب کہ وہ میرا مطیع اور فرمانبردار بن چکا ہے تو اسے کیسے شرمندہ اور رسوا کروں؟". وہ ایک گناہگار اور نافرمان شخص تھا اس کی بدولت بارش کا نزول نہیں ہو رہا تھا اور چند کو چھوڑ کر اب میں اور آپ اپنی امت کا حال دیکھیں ایک نہیں پتہ نہیں امت میں کتنے گناہگار ہیں کتنے غافل ہیں کتنے سالوں سے ہیں پھر حشر کیا ہوگا ہمارا اور اللّٰہ تعالی (سورت جن آیت 16) میں کہتے ہیں **وَأَنْ لَوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُمْ مَاءً غَدَقًا (16)** لوگ اگر راہِ راست پر سیدھے رہتے تو یقیناً ہم انہیں بہت وافر پانی عطا کرتے۔ اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے میری پیاری بہنوں اللّٰہ رب العزت اپنے بندوں سے پیار کرنے والا ہے وہ اپنے گناہگار بندوں کے جو گناہ ہیں نہ صرف ان کو معاف کر دیتا ہے بلکہ ان کے گناہوں کو چھپاتا بھی ہے اور وہ کیا کرتا ہے کہ ان کے گناہوں پر ان کو رسوا نہیں کرتا ان کو دنیا میں ذلیل و خوار نہیں کرتا اس سے پہلی بات تو یہ پتہ چلتی ہے کہ اب تک کی زندگی میں جتنے بھی گناہ ہیں ان پر ہمیں اللّٰہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہئے چھوٹے ہیں بڑے ہیں اللّٰہ بڑا معاف کرنے والا ہے آپ سوچیں تو سہی جب اللّٰہ تعالیٰ نے پیغمبر تک کو نہیں بتایا کہ وہ کون تھا جس نے اتنے گناہ کئے ہیں اللّٰہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں پر پردہ ڈالا اور دوسری بات کیا پتہ چلتی ہے اللّٰہ تعالیٰ اتنی جلدی معافی دے دیتا ہے کہ لوگ باہر ہیں مجمع میں ہیں اس نے منہ چھپایا اور رو رو کر اللّٰہ سے دعا کی **"توبۃ النصوح"** اور اللّٰہ نے کیسے اس کی توبہ کو قبول کر لیا اور تیسری بات کہ اللّٰہ لوگوں کی جگ ہنسائی نہیں کرتا لوگوں کو دنیا میں رسوا نہیں کرتا میں اور آپ تو لوگوں کی چھوٹی چھوٹی غلطیاں معاف بھی نہیں کرتے پھر اس کے بعد اس کا ڈھنڈھورا لے کر پیٹتے ہیں کہ فلاں ایسا اور فلاں ایسا تو کیا کرنا چاہئے مسلمانوں کی پردہ پوشی کرنی چاہئے جب اللّٰہ پردہ پوشی کرتا ہے جب اللّٰہ گناہوں کو چھپا دیتا ہے مٹا دیتا ہے تو میں اور آپ دوسروں کی غلطیاں معاف کیوں نہیں کرتے ان کو اپنے دلوں سے کیوں نہیں نکالتے **فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا** کی عملی تفسیر کیوں نہیں بن جاتے یہ بڑی خوبصورت کہانی ہے اور میرا یہ دل چاہتا ہے یہ کہانی بھی میں آپ کو ضرور سناؤں کہ مسلمانوں کی پردہ پوشی کتنی ضروری ہے اور کیسے کی جاتی ہے حضرت عمر فاروق رضی اللّٰہ عنہ حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ کے ساتھ رات کے وقت معمول کے مطابق گشت کر رہے تھے رات کے اندھیرے میں انہیں روشنی سی نظر آئی انہوں نے روشنی کی طرف چلنا شروع کیا ایک گھر نظر آیا اندر سے روشنی باہر آرہی تھی اچانک عمر فاروق رضی اللّٰہ عنہ نے کیا کیا ایک گھر کے صحن میں داخل ہوئے چھلانگ لگائی ایک عجیب منظر دیکھا ایک بوڑھا شخص اس کے ہاتھ میں شراب کا جام سامنے گانے والی عورت آدھی رات کا وقت حضرت عمر فاروق رضی اللّٰہ عنہ نے اس کو للکارا میں نے آج رات اس بوڑھے شخص سے زیادہ قبیع اور شرمناک فعل کا ارتکاب کرتے ہوئے کسی اور کو نہیں دیکھا اور وہ اپنے آخری وقت کے انتظار میں ہے یعنی وہ شخص کیسا ہے کہ اپنی اجل کا موت کا انتظار کر رہا ہے مگر شراب کباب میں مست گناہوں کا بوجھ اپنے سر پر لادے جارہا ہے اب بوڑھا شخص کہنے لگا امیر المومنین بلاشبہ جو میں کام کر رہا ہوں یہ بہت برا ہے۔ ذرا غور کریں کہ میں نے جو گناہ کیا ہے یہ بہت برا ہے مگر ایک گناہ کیا ہے آپ نے مجھ سے زیادہ گناہ کیے ہیں آپ میرے گھر میں میری اجازت کے بغیر داخل ہوئے اور آپ نے تجسس کیا حالانکہ اسلام نے تجسس سے منع کیا ہے اب حضرت عمر فاروق رضی اللّٰہ عنہ نے جب یہ

سنا کہ میں نے تو اس سے زیادہ گناہ کیا بغیر اجازت کے اور تجسس روتے ہوئے اس کے گھر سے نکلے اور زبان سے یہ کہہ رہے تھے۔ کیا کہہ رہے تھے ؟ عمر کو اس کی ماں گم پائے اگر اس کو اس کے رب نے بخش نہ دیا یہ شخص اپنے گھر والوں سے چھپ کر یہ گناہ کر رہا تھا اب وہ کہے گا عمر نے تو مجھے دیکھ ہی لیا ہے چنانچہ وہ بار بار اس گناہ کا ارتکاب کرے گا جیسے بعض اوقات بچے والدین سے چھپ کر طالب علم استاد سے چھپ کر یا معاشرے میں کچھ لوگ ہوتے ہیں کچھ اپنے بڑے یا جن کا ایک اثر و رسوخ ہوتا ہے ان سے چھپ کر گناہ کرتے ہیں ایک حیا ہوتی ہے معاشرے کی، بڑوں کی، گھر والوں کی اور جب کسی گنہگار کو، مجرم کو یہ پتہ چل جائے کہ نہیں اب ان کو پتہ چل گیا تو کہتے ہیں اچھا پتہ تو چل گیا اب کیا کہ وہ اور دھڑلے سے کرتے ہیں اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رونے لگے کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ہونے سے پہلے یہ شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی محفل میں حاضری دیا کرتا تھا اب اس نے کیا کیا خوف اور شرم کے مارے محفل میں جانا چھوڑ دیا اب کچھ عرصے کے بعد ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ آپ کی محفل میں بیٹھا ہوا ہے بوڑھا شخص ہے اپنے آپ کو چھپائے مجلس میں داخل ہوا اور مجلس میں اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے یہ شخص مجلس کے آخر میں بیٹھ گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا آپ نے حکم دیا کہ اس بوڑھے کو میرے پاس بھجوا دو وہ شخص پریشان ہوا وہ اسی بات سے تو گھبراتا تھا بہرحال لوگوں نے کہا جاؤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلا رہے ہیں وہ ڈرتا ڈرتا قریب آ کر بیٹھ گیا آپ نے اسے مزید اپنے قریب بلایا تو ذرا قریب ہوا تو فرمایا اور قریب اس طرح قریب کرتے کرتے اسے اپنے ساتھ بٹھا لیا پھر فرمایا ذرا کان میرے قریب کرو اس کے بعد اس کے کان میں کہا سنو اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا ہے میں نے جو اس روز دیکھا کسی شخص کو نہیں بتایا حتیٰ کہ ابن مسعود کو بھی نہیں آپ گشت کر رہے تھے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے اب سوچیں کہ اندر جو گناہ کرتے دیکھا اتنا بڑا گناہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ساتھ ہیں کود کر گئے ہیں باہر آئے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود کو بھی نہیں بتایا کہا کہ کسی کو نہیں بتایا حتیٰ کہ ابن مسعود کو بھی نہیں حالانکہ وہ اس رات میرے ساتھ تھے کان میں اس کو کہا کہ تم پریشان نہ ہو کسی کو بھی نہیں پتہ تمہاری بات کا سوائے عمر کے سرگوشی کی کان میں قریب کر کے یہ بات کہی کوئی سزا تھوڑی سنائی اس شخص نے کہا امیر المؤمنین ذرا اپنا کان میرے قریب کریں سوچیں ذرا اس شخص نے کہا ذرا امیر المؤمنین اپنا کان میرے قریب کریں پھر اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا ہے اس دن سے آج کی محفل میں حاضر ہونے تک میں نے بھی دوبارہ ایسا کام نہیں کیا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ کلمات سننے کے بعد اتنی خوشی ہوئی کہ آپ نے بلند آواز میں اللہ اکبر کہا لوگوں کو اس بات کا قطعاً علم نہیں تھا کہ انہوں نے اللہ اکبر کس بات سے کہا ہے یہ ہے صحبت صالح کے اثرات آپ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی بلکہ اس کے یہ کہنے پر کہ آپ نے تو زیادہ گناہ کئے ہیں(کہتے ہیں کہ اس نے کہا تھا تین گناہ کئے ہیں اجازت کے بغیر داخل ہوئے تجسس کیا تیسرا یہ کہ دروازے سے اللہ تعالی نے کہا داخل ہو آپ دیوار پھلانگ کر آئے) اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے گناہوں کا اتنا احساس تھا کہ روتے رہے اور میری بہنوں یہ ہے صحبت صالح اور دوسری طرف کسی سے ذکر ہی نہیں کیا تو میری بہنوں دوسروں کے جو گناہ ہیں اس پر پردہ بھی ڈالنا چاہئے اللہ سے معافی بھی مانگنی چاہئے اور دوسروں کو ذلیل اور رسوا نہ کیا کریں اگر میں اور آپ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالی مجھے اور آپ کو حشر کے میدان کی رسوائی سے بچا دے تو اللہ تعالی کیسا ہے **فَغَفَرَ لَهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ** تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کیا کہتے ہیں

آیت نمبر 17. قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ

ترجمہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عہد کیا کہ ""اے میرے رب، یہ احسان جو تو نے مجھ پر کیا ہے اِس کے بعد اب میں کبھی مجرموں کا مدد گار نہ بنوں گا"

قَالَ رَبِّ کہنے لگے اے میرے رب **رَبِّی** تھا اے میرے رب **بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ** جیسا کہ تُو نے مجھ پر انعام کیا، جیسا کہ تُو نے مجھے نوازا اب آپ دیکھ لیجیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللّٰہ تعالی نے بڑا فضل کیا جیسا کہ تُو نے مجھے نوازا اور اللّٰہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کیا کرم کیا کہ جو دعا مانگی تھی اللّٰہ تعالی نے ان کی دعا قبول کر لی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معاف کر دیا اور یہ کیا ہے یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللّٰہ تعالی کا انعام تھا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جو خطاء تھی آپ چاہتے تھے کہ کسی کو اس کی خبر بھی نہ ہو یعنی پورے شہر مدینہ میں کسی کو اس کی خبر نہ ہو تو اللّٰہ تعالی نے آپ کی جو خطاء تھی اس پر ایسا پردہ ڈالا کہ اس اسرائیلی جس کی آپ نے مدد کی تھی اس کے سوا کسی کو بھی اس کی خبر نہ ہوئی یہ ہے **فَغَفَرَ** اور **انعَام** میں کیا ہے کہ بالکل پردہ ہی ڈال دیا کسی کو بھی پتہ نہ چلا کہ مقتول قبطی کا قاتل کون ہے تو اب اللّٰہ تعالی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس انعام کے شکریہ کے طور پر **أَنْعَمْتَ عَلَيَّ** کون سا انعام ہے آپ تھے تو قاتل قاتل کی کسی کو خبر نہ ہوئی اور آپ کو پتہ ہے کہ جب انسان گناہ کرتا ہے ندامت کتنی ہوتی ہے دل پر بھاری کتنا ہوتا ہے تو یہ بڑا سرمایہ ہے ندامت ہونا اور جب شرمندہ ہوتا ہے پھر معافی مانگتا ہے تو اللّٰہ معاف کر دیتا ہے تو شرمندگی کے بوجھ سر پر لئے زندگی نہیں گزارنی چاہئے معافی مانگنی چاہئے اللّٰہ بہت معاف کرنے والا ہے اور اب اس انعام کے نتیجے میں کہ اللّٰہ تعالی تُو نے مجھے معاف کر دیا **فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ** اب میں ہرگز کسی گناہگار کا مددگار نہیں بنوں گا اب آپ دیکھیں **فَلَنْ أَكُونَ** پس ہرگز نہیں ہوں گا **أَكُونَ** ہونا اور میں ہرگز نہیں ہوں گا **ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ (ظ ہ ر)** سے ہے اور ظہر کسے کہتے ہیں پیٹھ کو کہتے ہیں جیسے ظہر کا وقت ہوتا ہے سورج پیٹھ پھیرتا ہے سورج ڈھلنا شروع ہو جاتا ہے تو کسی کو پیٹھ دینا اس کا مطلب کیا ہے کسی کی پشت پناہی کرنا کسی کی مدد کرنا تو اب حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ دعا کر رہے ہیں اور یہ وعدہ کر رہے ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ کو یہ بات کہہ رہے ہیں اللّٰہ تعالیٰ اب میں کسی کی مدد نہیں کروں گا کون سے لوگوں کی مدد نہیں کروں گا ؟ **لِلْمُجْرِمِينَ** مجرم کی جمع ہے یعنی جو گناہگار لوگ ہیں ان کی میں مدد نہیں کیا کروں گا اور اب یہ وعدہ کر کے کیا ہوا؟

آیت نمبر 18. فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ ۚ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ

ترجمہ۔ دُوسرے روز وہ صبح سویرے ڈرتا اور ہر طرف سے خطرہ بھانپتا ہوا شہر میں جا رہا تھا کہ یکایک کیا دیکھتا ہے کہ وہی شخص جس نے کل اسے مدد کے لئے پکارا تھا آج پھر اسے پکار رہا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا "تُو تو بڑا ہی بہکا ہُوا آدمی ہے"

فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ اب صبح سویرے پس **فِي الْمَدِينَةِ** شہر میں **فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ** شہر میں **خَائِفًا** ڈرتے ڈرتے **يَتَرَقَّبُ** گردن کو اِدھر اُدھر کرتے **رَقَبَ** گردن کو کہتے ہیں **يَتَرَقَّبُ** اب یہاں پر صرف یہ نہیں کہ **رَقَبَ** ہے کہ گردن اِدھر اُدھر کی بلکہ کیا ہے؟ خبر لینا اس کے معنی یہ ہیں کہ انتظار کرتے ہوئے اِدھر

اُدھر دیکھ کر بھانپتے ہوئے جائزہ لیتے ہوئے تو صبح کے وقت شہر کے اندر خوف کی حالت میں اور خبریں لیتے ہوئے، جائزہ لیتے ہوئے وہ نکلے کیا جائزہ لینا چاہ رہے تھے وہ اندازہ کرنا چاہ رہے تھے کہ ملک کے حالات کیا ہیں وہ اس بات کا اندازہ کرنا چاہ رہے تھے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی کو پتہ چل گیا ہو کہ قاتل کون ہے تو بڑی عقل مندی کے ساتھ وہ خاموشی کے ساتھ اِدھر اُدھر جائزہ لیتے ہوئے باہر نکلے کیونکہ مفسرین یہ کہتے ہیں کہ ڈرتے ڈرتے ٹوہ لیتے ہوئے وہ نکلے اور ڈر اس لئے رہے تھے کہ اللہ سے وعدہ کر لیا ہے کہ مجرم کی حمایت نہیں کرنی ، ڈر اس لئے رہے تھے کہ پتہ تو نہیں چل گیا کہ مجرم ہے کون؟ یعنی میں خود مجرم بھی ہوں تو کسی کو پتہ تو نہیں چل گیا اس بات کا جائزہ بھی لے رہے تھے ہوا کیا **فَإِذَا** پس اچانک **إِذَا** اسی وقت، اچانک، ناگہاں کے معنی میں ہے اچانک **الَّذِي** وہ شخص جو **اسْتَنْصَرَهُ** جس نے مدد طلب کی تھی اِس سے یہ پھر باب **استفعال** کے وزن پر ہے **نصر** مدد طلب کرنا جس نے مدد طلب کی تھی اِس سے **بِالْأَمْسِ** گزشتہ کل کو کہتے ہیں اور آنے والے کل کو کیا کہتے ہیں **غداً** یعنی جس نے گزشتہ کل اِس سے مدد طلب کی تھی وہ شخص کیا کہہ رہا ہے **يَسْتَصْرِخُهُ** کہ وہ اِس سے فریاد کر رہا ہے اب آپ دیکھیں کہ **(ص ر خ) صرخ** اس کے معنی کیا ہیں کہ چیخنا پکارنا اور پکار کر مدد طلب کرنا، فریاد کرنا ،کسی کو گویا کہ چیخ کر بلانا تو اب وہ شخص چیخ چیخ کر مدد کے لئے پکار رہا تھا اور آپ دیکھیں کہ **قَالَ لَهُ مُوسَىٰ** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس شخص سے کہا یہ بنی سرائیل میں سے تھا اس سے کہا **إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ** کہ بے شک تو، تو صریح بے راہ ہے اب آپ دیکھیں کہ کیوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے یہ کہا **لَغَوِيٌّ** جیسے اغوا ہوتا ہے بہکنا، کسی کو اغوا کرنا بہکا کر، کچھ دکھا کر کسی کو پکڑ لینا تو اب یہاں یہ کیا ہے کہ تو، تو بے راہ ہے **لَغَوِيٌّ** ہے تُو عام شخص نہیں ہے بلکہ تیرا حال تو یہ ہے کہ تو خود ہی گمراہ ہے یعنی کل بھی تو نے مدد کیلئے پکارا اور میں تیری مدد کرنا چاہ رہا تھا اور مجھ سے قتل خطاء ہو گیا اور آج پھر تو مدد کیلئے پکار رہا ہے آج پھر تو آوازیں لگا رہا ہے تو گویا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے کیا کہتے ہیں کہ تو خود ہی گمراہ ہے اور گمراہ بھی کیسا ہے صریح **مُبِينٌ** کے الفاظ یہاں پر آئے ہیں کہ کھلا گمراہ ہے بہکے ہوئے معلوم ہوتے ہو اور ایسے بہکے ہو کہ کھلم کھلا کل بھی لڑائی آج بھی لڑائی ہر وقت تمہاری کسی سے لڑائی ہوتی رہتی ہے تو آپ نے چونکہ وعدہ کیا تھا کہ کسی مجرم کے لئے **ظَهِيرًا** نہیں بنیں گے تو یہاں یہ ضروری ہے کہ آپ اس بات کو بھی سمجھیں کہ اب یہاں پر لڑائی وہ کر رہا ہے پھر مدد کے لئے پکار رہا ہے لیکن آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے عہد کا پاس کر رہے ہیں اس کو سمجھا رہے ہیں مجرم فرد کا مددگار بننا نہیں تھا تو اب مدد نہیں کرنی تو مدد سے کیا مراد ہے؟ ایک تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کی بات کے ذریعے، قول کے ذریعے مدد کرنا، کسی کی اپنی طاقت کے ذریعے مدد کرنا، کسی کی اپنے مال کے ذریعے مدد کرنا، ظالم کی ہاں میں ہاں ملانا بھی مدد کرنا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس وعدے پر علماء یہ کہتے ہیں کہ ایک مومن کو ظالم کی مدد سے کامل اجتناب کرنا چاہئے خواہ ظالم فرد ہو یا گروہ حکومت ہو یا سلطنت مثلاً مشہور تابعی تھے حضرت عطا ابن ابی رباح رحمہ اللہ بڑے مشہور تابعی تھے ایک صاحب نے کہا کہ میرا بھائی بنو امیہ کی حکومت میں کوفہ کے گورنر کا کاتب ہے معاملات کے فیصلے کرنا اس کا کام نہیں ہے اس کا اختیار نہیں ہے اس کے پاس البتہ جو فیصلے کیا جاتے ہیں وہ اس کا قلم تحریر کرتا ہے اس کے قلم سے جاری ہوتے ہیں یہ وہ نوکری اگر نہ کرے تو غریب ہو جائے مفلس ہو جائے حضرت عطا بن ابن رباح نے یہ آیت پڑھی **فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ۔** اور پھر کہا تیرے بھائی کو چاہئے کہ اپنا قلم پھینک دے کیا مطلب ہے نوکری چھوڑ دے رزق دینے والا اللہ ہے ایک اور کاتب نے عامر شابی سے پوچھا اے ابوعمرو میں بس احکام لکھ کر جاری کرنے کا ذمہ دار ہوں فیصلے نہیں کرتا۔ میں جو فیصلے حکومت

کرتی ہے اس کو لکھتا ہوں یہ رزق میرے لئے جائز ہے انہوں نے کہا ہو سکتا ہے کسی بے گناہ کے قتل کا فیصلہ کیا جائے اور وہ تمہارے قلم سے جاری ہو، ہو سکتا ہے کسی کا مال ناحق ضبط کیا جائے یا کسی کا گھر گرانے کا حکم دیا جائے اور وہ تمہارے قلم سے جاری ہو پھر **امام معصوف** نے یہ آیت پڑھی جسے سنتے ہی کاتب نے کہا آج کے بعد میرا قلم بنو امیہ کے احکام جاری کرنے میں استعمال نہیں ہوگا امام نے کہا پھر اللہ بھی تمہیں رزق دینے سے محروم نہیں کرے گا اسی طرح ضحاک کو عبدالرحمان بن مسلم نے صرف اس خدمت پر بھیجنا چاہا تھا کہ بخارہ کے لوگوں کی تنخواہیں جا کر بانٹ آئے مگر انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا دوستوں نے کہا اس میں کیا حرج ہے پیسے ہی جا کر بانٹنے ہیں تنخواہیں انہوں نے کہا میں ظالموں کے کسی کام میں مددگار نہیں بننا چاہتا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ان کی تلقین پر منصور کا جو کمانڈر تھا **(حسن بن قحطبہ)**اس نے کیا کیا؟اس نے یہ کہہ کر اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا تھا کہ آج تک میں نے آپ کی سلطنت کی حمایت کے لئے جو کچھ کیا ہے اگر یہ اللہ کی راہ میں تھا تو میرے لئے بس اتنا ہی کافی ہے اگر یہ ظلم کی راہ میں تھا تو میں اپنے نامۂ اعمال میں مزید جرائم کا اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔ یعنی نیک لوگ کیسے فتوے دیتے ہیں قرآن کو، اللہ کی کتاب کو تھوڑی قیمت پر بیچتے نہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے تو یہاں تک تلقین کر دی تھی کہ ان کی میت کو بنو امیہ کا جو علاقہ ہے یعنی بغداد کے اس علاقے میں دفن نہ کیا جائے (کیونکہ انھوں نے ظالمانہ طور پر اس علاقے کو قبضے میں لیا ہوا ہے) اور میں نہیں چاہتا کہ میری قبر بھی وہاں پر بنے۔ تو یہ ہے اصل بات کہ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈر رہے ہیں، پریشان ہیں کہ اللہ سے میں نے تو معافی مانگی ہے اور میں نے اللہ سے وعدہ کیا ہے (کسی ظالم کی مدد نہ کرنے کا) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تین باتیں سامنے آتی ہیں نمبر 1- غلطی کا اقرار ۔نمبر 2- معافی مانگی ۔ نمبر 3- وعدہ کر لیا یہ ہے اصل معافی آئندہ کبھی میں یہ غلطی نہیں کروں گا **فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ**

اب وہ شخص جب ان سے مدد مانگتا ہے **قَالَ لَهُ مُوسَىٰ إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ** اب حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے نہیں ہیں کہ یہ سوچ کر کہ وہ بنی اسرائیل میں سے ہے۔ یہ سبطی ہے تو اسے کچھ نہ کہیں گے اپنوں میں سے ہے کوئی بات نہیں آپ دیکھیں یہ ہیں حق کا ساتھ دینے والے

آیت 19. فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَهُمَا قَالَ يَا مُوسَىٰ أَتُرِيدُ أَنْ تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ ۖ إِنْ تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ

ترجمہ۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ دشمن قوم کے آدمی پر حملہ کرے تو وہ پکار اٹھا "اے موسیٰ کیا آج تو مجھے اُسی طرح قتل کرنے لگا ہے جس طرح کل ایک شخص کو قتل کر چکا ہے، تو اس ملک میں جبّار بن کر رہنا چاہتا ہے، اصلاح نہیں کرنا چاہتا"

فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ پھر جب انہوں نے ارادہ کیا **أَنْ يَبْطِشَ** کہ وہ پکڑ لیں اب آپ دیکھیں **(ب ط ش)** یہ پکڑ کے لئے آتا ہے اور ایسی پکڑ جو بڑی شدید ہو جیسے کسی بڑے کا اپنے سے کسی چھوٹے کو پکڑنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جثہ کے بھی مضبوط تھے شاہانہ جلال، مضبوطی اور بڑی لیڈری ان کے اندر پائی جاتی تھی کیونکہ مصر کے محل کے اندر ان کی پرورش بھی ہوئی تھی ویسے بھی اللہ تعالیٰ نے ان سے بڑا کام لینا تھا **وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُۥ وَٱسْتَوَىٰٓ ءَاتَيْنَٰهُ حُكْمًا وَعِلْمًا** اس لئے خوب ان کے پاس سب کچھ تھا۔ اب انہوں نے ارادہ کیا کہ پکڑے **بِالَّذِي** اُس شخص کو کس شخص کو؟ **هُوَ عَدُوٌّ** جو دشمن ہے **لَهُمَا** ان دونوں کا اپنے اور اس کے دشمن کو پکڑنا چاہا کس کے بنی اسرائیل کا وہ مرد جو مدد مانگ

رہا تھا اس کا دشمن بھی تھا وہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن کیسے تھا اس لئے کہ آپ بنی اسرائیل میں سے تھے اور وہ جو تھا قبطیوں میں سے تھا **قَالَ يَا مُوسَىٰ** کہنے لگا اے موسیٰ کون کہنے لگا؟ جو سبطیوں میں سے تھا(تو اس سے پہلے آپ نے بنی اسرائیلی کو یہ بات کہی تھی **إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ** اس کو ڈرایا تھا، اس کو سمجھایا تھا اور اب وہ دونوں لڑ رہے ہیں) تو آگے بڑھے یہ کہہ کر تو بنی اسرائیلی یہ سمجھا کہ آپ مجھے پکڑنے لگے ہیں آپ نے اس کو ڈرایا دھمکایا سمجھایا کہ ہر روز تیری لڑائی ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی آپ کا ارادہ کیا تھا دشمن کو پکڑنے کا اور اس کو سمجھانے کا یہ نہیں کہ مارنا چاہ رہے تھے اور **قَالَ يَا مُوسَىٰ** وہ جو فریادی تھا جس نے مدد کے لئے پکارا تھا (بنی اسرائیل میں سے تھا) وہ کہنے لگا **يَا مُوسَىٰ** اے حضرت موسیٰ **أَتُرِيدُ** کیا تُو ارادہ رکھتا ہے **أَنْ تَقْتُلَنِي** تاکہ تُو قتل کر دے **كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ** جیسے تُو نے قتل کیا تھا ایک شخص کو گزشتہ کل **أَمْسِ** گزرا ہوا کل۔ کیا تیرا یہ ارادہ ہے اس کو یہ نہیں پتہ تھا کہ آپ ہمیں لڑائی سے ہٹا رہے ہیں ، منع کر رہے ہیں وہ سمجھا کہ بس اب آپ مجھے مار دیں گے اور آپ دیکھیں ساتھ ہی کہا **إِنْ تُرِيدُ** تُو تو یہ چاہتا ہے **إِلَّا أَنْ تَكُونَ** نہ ہو مگر یہ کہ تُو ہو جائے **جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ** زمین میں ظالم اور سرکش تُو بن جائے **وَمَا تُرِيدُ** اور نہیں تُو ارادہ رکھتا **أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ** مگر کیا؟ تیرا یہ ارادہ ہی نہیں کہ تُو اصلاح کرنے والوں میں سے ہو، لڑائی ہو رہی ہے اور تو لڑائی کو تُو ہٹا دے بلکہ اصلاح کرنا تیرا کام نہیں ہے بس قتل و غارت کرنا تیرا کام ہے اب اس شخص کو جب یہ ڈر لگا کہ میری مددکرنے کی بجائے میری یہ پکڑ ہے تو اس نے راز اگل دیا کیونکہ کل جب آپ نے اس آدمی کو قتل کیا تھا تو اس وقت شہر میں خاموشی تھی کسی کو بھی پتہ نہیں تھا دوسری بات یہ کہ ایک قتل ہو گیا دوسرے کی مدد کی تھی تو خاموشی تھی راز تو اُگلا ہی نہیں اب وہ جائزہ تو یہ لے رہے تھے کہ کہیں اب مجھ سے کوئی خطاء نہ ہو جائے اور ساتھ ہی آگاہی یہ لینا چاہتے تھے کہ کہیں وہ راز نکل تو نہیں گیا حالات کیا ہیں ؟تو وہ لے رہے تھے اور اتنے میں کیا ہوا کہ جائزہ لینے کے دوران خبر باہر نکل گئی راز آشکار ہو گیا اور آپ سوچیں کہ وہ شخص کیسا فسادی تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو مدد کی تھی اس کا کوئی ذکر نہیں ہے اور اس کو جب سمجھایا ہے تو کتنا برا مانا ہے (چہرہ جو دکھایا تو برا مان گئے) تو یہی حال ہے اور اب کہتا ہے کہ آپ جبار بن کر رہنا چاہتے ہیں اور آپ مصلحین میں سے نہیں ہیں تو مصلح واحد ہے مصلحین جمع ہے اور اس کا الٹ کیا ہے فساد کرنے والے کہ آپ مفسدین میں سے ہیں اس کا یہ کہنا تھا

آیت نمبر 20. وَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ

ترجمہ۔ اس کے بعد ایک آدمی شہر کے پرلے سِرے سے دَوڑتا ہوا آیا اور بولا "اے موسیٰ، سرداروں میں تیرے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں، یہاں سے نکل جا، میں تیرا خیر خواہ ہوں"

وَجَاءَ رَجُلٌ اور آیا آدمی **مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ** شہر کے کنارے سے اب آپ دیکھ لیں کہ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا راز نکل چکا ہے اور اس وقت شہر کے کنارے سے ایک شخص بھاگتا ہوا آیا ہے یہاں یہ کیا آیا ہے **وَجَاءَ** اور آیا **رَجُلٌ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ** شہر کے ایک کنارے سے ایک شخص آیا **يَسْعَىٰ** دوڑتا ہوا سعی کرنا آپ حج اور عمرے کے دوران کیا کرتی ہیں سعی کرتی ہیں اور سعی کیسے کی جاتی ہے دوڑتے ہوئے۔ تو سعی کرنا دوڑنا ہوتا ہے اب وہ دوڑتا ہوا آیا وہ شخص دوڑ کر کیوں آیا؟ اس لئے کہ وہ شہر کے کنارے میں رہتا تھا **أَقْصَى** لفظ اس کو اگر آپ سمجھیں گی تو اس سے آپ کو اس بات کا پتہ چل

جائے گا کہ وہ شخص قریب نہیں رہتا تھا وہ شخص شہر کے کسی کنارے میں رہتا تھا شہر کی دوسری طرف رہتا تھا تو اب آپ دیکھ لیں کہ یہاں پہ یہ لفظ کس لئے استعمال ہوا ہے؟ **أَقْصَى** کا لفظ کنارے کے لئے آیا ہے (آپ یہ لفظ سورت یٰسٓ میں پڑھیں گے وہاں بھی ایک شخص اسی طرح بھاگتا ہوا آتاہے) آپ نے سورت بنی اسرائیل میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالی محمد ﷺ کو ایک کنارے سے دوسری طرف لے گئے مسجد **أَقْصَى** تو اقصیٰ کیا ہے اقصیٰ مسجد کا نام بھی ہے اور ویسے یہ لفظ کنارے کے لئے بھی، دور کی ایک جگہ کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے (اور ویسے کنارے کے لئے **طَر□ف** بھی ہوتا ہے **حَدّ ، أُفْق، شَفَا ، شَاطِئ ،سَاحِل، عُدْوَة ، اَقْطَاراور صَدَف** یہ سارے الفاظ کنارے کے لئے ہیں) لیکن یہاں جو استعمال ہوا ہے **أَقْصَىٰ** ہے اس کا مادہ **(ق ص و)** ہےاس کے معنی ہوتے ہیں دور ہونا اور دور رہنے کا تصور پایا جاتا ہے پرلی طرف، پرلا کنارہ ،دور کا کنارہ اس سے مراد ہے کہ اب دور سے وہ شخص بھاگتا ہوا آیا اور **کہا قَالَ يَا مُوسَىٰ** اے حضرت موسیٰ **إِنَّ الْمَلَأَ بے شک سردار يَأْتَمِرُونَ** کہ وہ مشورہ کر رہے ہیں آپس میں **بِكَ** تیرے بارے میں **لِيَقْتُلُوكَ** تاکہ تجھے قتل کر دیا جائے **فَاخْرُجْ** پس نکل جا، پس چلا جا **إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ** بے شک میں تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں تو اب یہاں پر جو بڑی اہم بات ہے اور وہ یہ ہے کہ گویا کے فرعون کے دربار میں مشورہ ہوا ہے اور فوراً وہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچ گئی ہے یہ کیسے اس لئے کہ اس کے دربار میں، اس کے سرداروں میں بھی کوئی ایسا تھا جو ایمان لا چکا تھا یا وہ ایمان لایا ہواتھا یا وہ تھا بنی اسرائیل کے خیر خواہوں میں سے تو اور ویسے بھی آپ دیکھیں یہاں جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ کیا ہے کہ **يَأْتَمِرُونَ** اس کے معنی کیا ہیں **يَأْتَمِرُونَ** کہ وہ مشورہ کر رہے ہیں **(ء م ر)** کا مطلب ہے حکم دینا لیکن **اَتَمَر** آپس میں مشورہ ہونے کے بعد کسی بات پر متفق ہو جانا اور اس حکم کو بجا لانا۔ **امر** حکم کو کہتے ہیں تو **أْتَمِرُو** کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ یعنی نمبر 1- مشورہ نمبر 2- وہ متفق ہوئے نمبر 3- پھر اس کو بجا لانے کے لئے تیار ہوگئے۔ گویا کہ **أْتَمِرُو** کا لفظ کسی کے قتل کی سازش کے لئے بولا جاتا ہے قتل کی سازش کا حکمیہ انداز جیسے آپ سمجھ لیں اب یہ شخص کون تھا؟ جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فکر ہوئی اور وہ دور سے بھاگتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا ہے تو اس سلسلے میں مفسرین کیا کہتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بنی اسرائیل کا حمایتی ہو لیکن ہو یہ شاہی خاندان کا فرد کیونکہ بنی اسرائیل میں سے تو کسی کے پاس عہدہ تھا ہی نہیں یعنی شاہی خاندان کا فرد تھا لیکن یہ شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دل سے خیر خواہ تھا تو اس شخص نے سوچا کہ جس طرح ہو جتنی جلدی ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر سے نکل جائیں تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو قتل کر دیا جائے تو اب آپ دیکھیں کہ اس شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خیر خواہی کا حق کیسے ادا کیا؟ پہلی چیز جو پتہ چلتی ہے وہ یہ کہ وہ شہر کے کنارے میں تھا دور تھا اب یہ نہیں سوچتا کہ اتنی دور ہوں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام تک کیسے پہنچوں **يَسْعَىٰ** بھاگتا ہوا آپ کے پاس پہنچ گیا اور پھر ساتھ ہی یہ تسلی بھی دی کہ **إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ** کہ میں آپ کے نصیحت کرنے والے، خیر خواہوں میں سے ہوں نصیحت **نصح** خیر خواہی کو کہتے ہیں تو آپ یہاں سے نکل جائیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ مشورہ دیا کہ جتنی جلدی ہو صحیح صورتحال یہ ہے کہ آپ یہاں سے بھاگ جائیں کیونکہ آپ کے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں

آیت نمبر 21. فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ ۖ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

ترجمہ۔ یہ خبر سنتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈرتے اور سہمتے نکل کھڑے ہوئے اور انھوں نے دعا کی کہ "اے میرے رب، مجھے ظالموں سے بچا"

فَخَرَجَ مِنْهَا پھر حضرت موسیٰ وہاں سےنکلا **خَائِفًا** خوف زدہ ہو، کر ڈرتے ہوئے **يَتَرَقَّبُ** دیکھتے بھالتے، جانچتے ہوئے **يَتَرَقَّبُ** کے معنی کیا ہیں یہاں پر کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خطرے کو بھانپتے ہوئے وہاں سے نکلے اور کیا کہا **قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ** کہنے لگے اے پروردگار مجھے ظالموں کے گروہ سے بچا لینا اب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ یہ جو ظالم قوم ہے یہ ظلم کرنے والی ہے مجھے اس سے بچا لے تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی ہے ان کو کچھ نہیں پتہ تھا کہ میں مصر کو چھوڑ کر جاؤں کہاں، نکلوں کہاں، کوئی خیال نہیں تھا، کوئی منصوبہ بندی نہیں تھی اب جیسے رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے پہلے پوری منصوبہ بندی کی ہوئی تھی کیسے؟ پہلے حبشہ بھیجا لوگوں کو اندازہ کیا۔ ایک ہجرت حبشہ ہوئی دوسری ہوئی لیکن اس کے بعد پھر آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ کہاں ہجرت کرنی ہے اور نبی اس وقت تک اپنی جگہ نہیں چھوڑتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کو حکم نہ ہو اب یہاں پر کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیونکہ کوئی پلاننگ نہیں کی ہوئی تھی تو اس لئے آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور کہتے ہیں کہ اللہ نے گھوڑے پر ایک فرشتہ بھیجا جس نے آپ کو بتایا کہ آپ کس راستے پر چل پڑیں **قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ** تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ جو دعا تھی کہ مجھے ظالم قوم سے بچا لے، اس سے مجھے پناہ دے دے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دعا کو قبول کر لیا اور وہاں سے وہ نکل کھڑے ہوئے اور وہ نکل کر پھر مدین جاتے ہیں اور مدین کا علاقہ مصر سے 8 دن کی مسافت پر تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ آپ کہاں جائیں۔ اچھا یہاں پر یہ جو سبق ابھی ہم نے پڑھا عمل کا ایک اور اصول بھی ہے اب اللہ تعالیٰ چاہ رہے تھے کہ یہ راز فاش ہو جائے کہ آپ نے قتل کیا ہے اگلے دن آپ تو یہ خبر لے رہے تھے کہ پتہ تو نہیں چلا پھر جھگڑا ہوا اور راز فاش ہو گیا اور اللہ چاہتا تھاکہ آپ اس علاقے کو اب چھوڑ دیں شہری علاقے سے اللہ تعالیٰ آپ کو دیہی علاقے میں لے جانا چاہتے تھے آپ کی تربیت اور پرورش کے لئے آپ کو مصر کا علاقہ اور شہزادگی کی جو زندگی تھی، جو طور طریقے تھے اس کی بجائے اب اللہ تعالیٰ نے چونکہ آپ سے ایک بڑا کام لینا تھا تو اب آپ کو ادھر بھیج دیا مدین کی طرف۔ پھر ہم اگلے سبق میں پڑھیں گے تو آج کے سبق سے ہمارے لئے عمل کے اصول کیا نکلتے ہیں ؟ سب سے پہلے تو یہ ہے کہ اگر انسان سے غلطی ہو جاتی ہے تو شیطان غلطی کرنے کے بعد کبھی معافی نہیں مانگتا تو وہ اپنی غلطی پر قائم رہا تو انسان کو غلطی کا فوراً اعتراف کر لینا چاہئے اور معافی مانگنی چاہئے اللہ تعالیٰ سے اور پھر اللہ تعالیٰ عیب ڈھانکنے والا ہے اور بڑی خوبصورت بات ہے بڑا خوبصورت اصول ہے جو انہوں نے لیا کہ ہمیں غلطی کا اقرار کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہئے اور پھر دوسروں کے عیب بھی چھپانے چاہئیں کیونکہ اللہ بھی تو ہمارے عیب چھپاتا ہے دوسرا اصول یہ نکلتا ہے کہ ہمیں ہر موقع پر صبر کرنا چاہئے چاہے اللہ کا حکم ہم سنیں اور ہمیں لگے کہ وہ ہمارے خلاف جاتا ہے تو بھی وہ عمل کر لینا چاہئے اور صبر کرنا چاہئے۔ صحیح بات ہے کہ صبر بہت ضروری ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے صبر کیا تو اصل چیز کیا ہے کہ زندگی صبر ہے اور زندگی محنت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدین لے جانا چاہتے تھے ان سے بڑا کام لینا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے ملکوں سے نکال کر اتنی دور لے کر آئے ہیں رشتہ داروں سے اور بہت ساری چیزوں، مصروفیات سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں فارغ کیا ہے تو مجھے اس وقت یہ محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بھی دین کا بڑا کام لینا چاہتا ہے بڑی خوبصورت بات انہوں نے بتائی اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اب یہاں پہ اگر آگئے ہیں تو

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بن کر فرعون کے دربار میں توحید کا پیغام دیں تو قرآن کی ایک ایک آیت بولتی ہے۔ بہت خوبصورت عمل کے اصول ہمارے سامنے آتے ہیں پھر یہ اصول بھی میرے اور آپ کے سامنے آتا ہے کہ اللہ کے ہر فیصلے میں خیر ہے بہت سی چیزیں زندگی میں ایسی ہمارے سامنے آتی ہیں کہ ہمیں لگتا ہے پتہ نہیں کیا ہو جائے گا نوکری چھوٹ گئی اللہ نے بیٹا دیا ہی نہیں خدا نخواستہ کوئی بیماری آگئی اور بھی بہت سی باتیں تو ہمیں آزمائشیں مانگنی تو نہیں چاہئیں لیکن اگر یہ آ جائیں تو اللہ سے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالی اس میں میرے لئے خیر دے دے تو اللہ تعالی ہم سب کو عمل کی بہترین توفیق دے ہم سب سے راضی ہو جائے اور ام موسیٰ اور بی بی حاجرہ اور بی بی مریم کی جو والدہ تھی(ام مریم)انہوں نے بھی تو بیٹا مانگا تھا اللہ نے ان کو مریم دے دی اور اللہ نے ان سے کتنا بڑا کام لینا تھا۔ تو اللہ تعالی مجھے اور آپ کو بہترین مسلمان بنائے اور بہترین ایمان دے اور اپنے فیصلوں پر راضی کر دے اس طرح سے راضی کر دے کہ پوری زندگی اللہ کی بندگی کرتے ہوئے میں اور آپ سر جھکا دیں تو کبھی سر نہ اٹھائیں کبھی سرکشی نہ دکھائیں کبھی افسوس نہ ہو کبھی دل میں خوف نہ آئے کہ پتہ نہیں اسلام پر عمل کروں گی اور عبایا پہنوں گی تو کیا ہو جائے گا۔ انہوں نے بیٹے کو صندوق میں ڈال کر سمندر کی لہروں کے سپرد کر دیا پھر ہمیں عبایا پہنتے ہوئے، حلال طریقے اختیار کرتے ہوئے، حلال رزق کماتے ہوئے، اللہ کے احکامات کو اپنی زندگی میں نافذ کرتے ہوئے کیوں ڈر لگتا ہے۔ کسی سے ڈرنا نہیں کسی سے چھپنا نہیں۔

ناخدا سے لے کے کشتی جب خدا پر چھوڑ دی ؎
خود ہی موجیں لے چلیں کشتی کو ساحل کی طرف

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ نَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ إِلَيْكَ